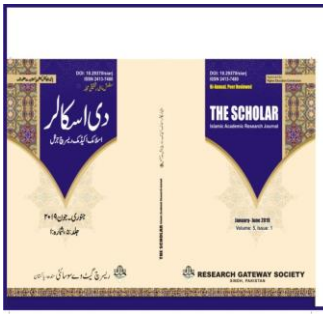

THE SCHOLAR
Islamic Academic Research Journal
ISSN: 2413-7480(Print) 2617-4308 (Online)
DOI:10.29370/siarj
Journal home page: http://siarj.com

بین المسالک مکالمہ میں اسلام کے معاشرتی اداروں اداروں کا کردار

THE ROLE OF SOCIAL INSTITUTIONS OF ISLAM IN INTRA SECTARIAN DIALOGUE

1. Muhammad Jawwad Majid

PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Government College University, Faisalabad, Pakistan.

Email : Jawwadmajid75@gmail.com

ORCID ID:

https://orcid.org/0000-0003-1051-2045

2. Sher Ali

Associate Professor, Department of Islamic and Arabic studies, GC University, Faisalabad, Pakistan

Email: drsherali63@gmail.com

ORCID ID:

https://orcid.org/0000-0002-9052-112X

To cite this article:
Muhammad Jawwad Majid, and Sher Ali. "URDU-THE ROLE OF SOCIAL INSTITUTIONS OF ISLAM IN INTRA SECTARIAN DIALOGUE | The Scholar-Islamic Academic Research Journal." 5, No. 1 (April 04, 2019): 32-37

To link to this article: https://doi.org/10.29370/siarj/issue8ar3

Journal	The Scholar Islamic Academic Research Journal Vol. 5, No. 1 || January -June 2019 || P. 32-49
Publisher	Research Gateway Society
DOI:	10.29370/siarj/issue8ar3
URL:	https://doi.org/10.29370/siarj/issue8ar3
License:	Copyright c 2017 NC-SA 4.0
Journal homepage	www.siarj.com
Published online:	2019-04-04

CC BY NC SA

Open Access

بین المسالک مکالمہ میں اسلام کے معاشرتی اداروں اداروں کا کردار

THE ROLE OF SOCIAL INSTITUTIONS OF ISLAM IN INTRA SECTARIAN DIALOGUE

Muhammad Jawwad Majid, Sher Ali

ABSTRACT

Dialogue is the best tool to solve the issues and conflicts of opinions. Dialogue among different schools of thought in Muslims, is need to develop tolerance and peace in society. Society is a group of individuals who live in harmony with one other. Islam keeps a strong social system of its own which has solid rules and regulations. The social system of Islam is comprehensive and universal. All the stages of individual and collective life of a person fall in its sphere of action. The worship to Allah and the freedom of expression are core values of Islam, because pray to Allah and difference of opinion are natural phenomina of human life. All Islamic beliefs, modes of worship and affairs of life are based on moderation. Islam gave the right of free expression to every Muslim, and gave basic principles for the 'MEDIA' to define one's views. Today the communication is a powerful medium to convey message to the people. Creating tolerance in society is the best way of life. The Holy Prophet (S.A.W) used different manners and institutions to perform this action. The role of social institutions of Islam for the success of inter-sectarian dialogue is of pivotal impotence. It has been explained in this article that by taking suitable steps at social, political and religious level, for inter-sectarian dialouge, best results can be achieved."

KEYWORDS: Islamic Society, Harmony and tolerance, Universal Ummah, Inter-faith dialogue، Social Institutions

کلیدی الفاظ: اسلامی معاشرہ۔، معاشرتی ادارے، بین المسالک، مکالمہ، ذرائع ابلاغ

معاشرہ عربی زبان کا لفظ ہے اور یہ ''مفاعلہ'' کے وزن پر مصدر ہے جس کا مطلب ہے باہمی میل جول اور ملاپ۔ ابنِ منظور افریقی لکھتے ہیں: ''العشرۃ المخالطۃ''[1] (عشرت سے مراد میل جول ہے۔)

"معاشرہ کا مادہ عشر ہے۔ یعنی مل جل کر رہنا۔ قریبی رِشتہ دار کو عشیر الرجل کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی عشیر کا لفظ اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے:

''وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ''[2]

(اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو خبردار کیجیے۔)

معاشرہ لفظ ''عاشر'' سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے۔ زندگی بسر کرنا۔ قرآنِ کریم میں یہ لفظ زندگی گزارنے کے مفہوم میں آیا ہے:

''وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ''[3]

(اور اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے انداز میں زندگی بسر کرو۔)

معاشرہ انسانوں کے ایک ایسے گروہ کا نام ہے جس کے افراد ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہتے ہیں۔

اسلام اپنا ایک مضبوط اور پائیدار نظام معاشرت رکھتا ہے، جس کے اصول وضوابط مستقل اور مستحکم ہیں۔ بین المسالک مکالمہ کی کامیابی کے لئے اِسلامی نظام معاشرت کے اِداروں کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ اِسلامی نظامِ معاشرت جامع اور ہمہ گیر ہے اور انسان کی انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی کے تمام مراحل اِس کے دائرہ کار میں آتے ہیں۔

[1] Ibn Manzur, Abul Fazal Jamaluddin, Lisan -ul- Arab, vol. 9 (Bairout: Daar e Saad), 220.
[2] *Al-Qurān :(26)214*, n.d.
[3] *AL-Quran (4): 19*, n.d.

رسولِ کریم ﷺ کے دور میں اسلام کے معاشرتی مقاصد کی تکمیل کے لیے درج ذیل اِدارے تھے:

۱۔ خاندان ۲۔ مسجد ۳۔ ذرائع ابلاغ ۴۔ اِسلامی ریاست (نظامِ سیاست)

خاندان:

خاندان معاشرہ کی بنیادی اور سب سے چھوٹی اکائی ہے اور مختلف خاندان مل کر ہی معاشرہ کی تشکیل کرتے ہیں۔ اِس لیے اصلاحِ معاشرہ کے لیے سب سے پہلے خاندان کی سطح پر کام کا آغاز کرنا ضروری ہے۔ رسولِ کریم ﷺ کو دعوتِ دین کا عام حکم یوں ہوا:

يَآيُّهَا الْمُدَّثِّرُ o قُمْ فَاَنْذِرْ o وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ o وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ o وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ o وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ o وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ [4]

(اے چادر اوڑھنے والے اُٹھو، لوگوں کو گمراہی کے انجام سے خبر دار کرو اور اپنے پروردگار کی عظمت اور بڑائی کو بیان کرو، لباس کو پاک رکھو۔ بتوں سے جدا رہو، اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو اور اپنے رب کے لیے صبر کرتے رہو۔)

دعوت وارشاد کی تعلیم کے ساتھ آپ ﷺ کو اگلا حکم یہ ہوا کہ اپنے اہلِ قرابت اور رِشتہ داروں کو اللہ کے دین کی تعلیم سے آگاہ کریں۔ ارشادِ ربانی ہے:

''وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ''[5]

(اور اپنے سب سے نزدیک کے اہلِ خاندان کو آگاہ کر۔)

حضرت ابنِ عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ کوہِ صفا پر چڑھے اور بلند آواز سے پکارنا شروع کیا:

[4] *Al-Qurān :(74)1-7.*
[5] *Al-Qurān :(26)214.*

''یا بنی فِھر ! یا بنی عدی۔۔۔''

(اے بنو فہر! اے بنو عدی۔۔۔)

یہاں تک کہ وہ اکٹھے ہو گئے اگر کوئی شخص خود نہ جا سکا تو اس نے قاصد بھیجا، تاکہ معلوم ہو کہ کیا بات ہے۔ قریش کے افراد آ گئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''اَرَأیتکم لو اخبرتکم انّ خیلا بالوادی ترید ان تغیر علیکم ا کنتم مصدقی؟''

(اگر میں تمہیں خبر دوں کہ وادی میں گھڑ سواروں کا ایک موجود دستہ تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟)

ان سب لوگوں نے کہا: ''نعم ماجربنا علیک الا صِدقا'' (ہاں! کیونکہ ہم نے آپ کے ہاں سچائی کے علاوہ کچھ نہیں پایا۔)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''فانی نذیر لکم بین یدی عذابٍ شدید''

(پس میں شدید عذاب سے پہلے تمہارے لیے ڈرانے والا ہوں۔)

ابو لہب نے کہا: ''تبّالک سائر الیوم ، الھذا جمعتنا؟''

(معاذ اللہ، سارا دن، تیرے لیے تباہی ہو۔ کیا تم نے اِسی لیے ہم کو جمع کیا تھا؟)

اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں:

''تبت یدیٰ ابی لھب وتّبّ ما اغنی عنه ماله وما کسب''[6]

قرآنِ کریم نے ہر شخص پر یہ ذمہ داری عائد کر دی کہ وہ جس طرح اپنے عمل کی اِصلاح کی فکر کرے اسی طرح اپنے اہل وعیال کی اِصلاح کی بھی فکر کرے۔ ارشادِ ربانی ہے:

[6] Muhammad Bin Ismail Bukhari, *Sahih Ul Bukhari*, 1422 Hijri, vol. 6, (Dar Touq al Najat, n.d.), 111.

''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا''[7]

(اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔)

اپنی فکر کرنے کے ساتھ ساتھ خاندان کی ذمہ داری بھی انسان پر ہے۔

''رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذرؓ غفاری کو قبیلہ غفار کی طرف مبلغ اور داعی بنا کر بھیجا تو آپ نے سب سے پہلے اپنے بھائی انیس کو دعوتِ اسلام دی انھوں نے اِسلام قبول کر لیا تو دونوں بھائی والدہ کے پاس آئے ان کو مائل بہ اِسلام کیا۔ وہ بھی مسلمان ہو گئیں تو اس کے بعد پورے قبیلے کو اِسلام کی دعوت دی۔''[8]

قرآن و سنت نے ہر مسلمان کو اِنفرادی حیثیت میں بھی ذمہ دار قرار دیا ہے اور کسی بھی ذمہ داری کے سلسلے میں جوابدہی کا احساس بھی دلایا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

"تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ امام ذمہ دار ہے اور اپنے ماتحتوں کے بارے میں جوابدہ ہے۔ آدمی ذمہ دار ہے اور اپنے گھر والوں کے بارے میں جوابدہ ہے۔ عورت اپنے خاوند کے گھر میں ذمہ دار ہے اور اپنی ذمہ داری کے متعلق جوابدہ ہے۔"[9]

خاندان کا اِدارہ دراصل وہ اکائی ہے جو اِنسان کو حقوق و فرائض کا شعور عطا کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ معاشرتی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے قابل ہوتا ہے۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی تحریر کرتے ہیں:

"امام اعظم (امیر ریاست) کے نگران ہونے کا مقصد یہ ہے کہ وہ شریعت کی حفاظت کرتا ہے، حدود قائم کرتا ہے اور لوگوں کے درمیان عدل و اِنصاف سے فیصلے کرتا ہے۔ مرد کے امیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اہلِ خاندان کے معاملات کا نگران ہوتا ہے اور ان کے حقوق ادا کرتا ہے۔ عورت کے راعیہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ گھر کے کام کاج اور اولاد و خدام کے کاموں کی تدبیر کرتی ہے اور ان سب کاموں میں اپنے شوہر کی بھلائی چاہتی ہے اور خادم کے راعی ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اِس چیز کا محافظ ہوتا ہے جو اِس کے سپرد کی گئی ہو اور وہ خدمت بجالاتا ہے جو اِس پر لازم کی

---

[7] Al-Qurān:(66)6.

[8] Muslim bin Hajjaj, *Sahih al Muslim*, vol. 4 (Bairout: Dar Aihya al Turas ul Arabi, n.d.), 1923.

[9] Muhammad Bin Ismail Bukhari, *Sahih Ul Bukhari*, 1422 Hijri, vol. 2 (Dar Touq al Najat, n.d.), 5.

گئی ہو۔"[10]

خاندان کا اداراتی کردار بنیادی اکائی کی حیثیت سے اِس لیے بھی اہم ہے کہ یہ افرادِ خانہ کی زندگی کو منظم اور ان کی شخصیت کو مستحکم کرتا ہے، چنانچہ معاشرتی زندگی میں مرد و عورت باہم مل کر ایسا کردار ادا کرتے ہیں جو خاندان کے اِدارے کے ذریعہ سے ہی تمام اوصاف اور نظم وضبط کو رُوبہ عمل لاتے ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

''وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ"[11]

(اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیں اور بُرائی سے منع کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور اللہ و رسول ﷺ کا حکم مانیں یہ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا۔ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔)

آیتِ مبارکہ میں صاحبِ ایمان مرد اور عورتوں کی اس خصوصیت کا ذِکر ہے کہ وہ معروفات کی ترغیب دیتے ہوئے معاشرتی زندگی میں حسن پیدا کرنے کے لیے بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ لامحالہ یہ تمام کوشش خاندان کی بنیادی اکائی کے ذریعے ہی شروع ہوتی ہے اور پھر معاشرتی سطح تک پھیل جاتی ہے۔

مسجد:

اسلام حُسنِ اخلاق اور امن و آشتی کا علمبردار ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ دُنیا میں حسنات کا فروغ اور منکرات کا خاتمہ ہو اور معاشرہ میں امن و سکون اور محبت و آشتی کا دور دورہ ہو۔ معاشرتی مقاصد کی تکمیل کے لیے اِسلام کا اہم اور بنیادی اِدارہ مسجد ہے۔

مسجد کا لفظ سَجَدَ یَسْجِدُ، سَجَدًا، اسم ظرف مکان ہے یعنی سجدہ کرنے کی جگہ، عبادت کا مرکز۔

[10] Ibne Hajar Asqlani, *Fatahul Bari*, vol. 13 (Bairout: Darul Al-Mararah, n.d.), 113.
[11] *Al-Qurān:(9): 71*,

''کل موضع یعبد فیه فهو مسجد''[12]

انسان کی فطرت ہے کہ وہ کسی بالاتر ہستی کے سامنے جھکنا اور اس کے احکام کی پیروی کرنا چاہتی ہے۔ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

جعلت لی کل الارض طیبة مسجداً وطهوراً[13]

(میرے لیے تمام زمین مسجد اور پاک بنائی گئی ہے۔)

اسلام ایک عملی دین ہے اور وہ لوگوں کی زندگی میں عملی طور پر تبدیلی پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اسی لیے رسولِ کریم ﷺ نے مسلمانوں کا ایک خاص مرکز تجویز فرمایا جہاں آپ دینِ اسلام کی علمی اور عملی تفسیر پیش کرتے تھے اور اِسی مرکز کا نام مسجد ہے۔

والمسجد موضع الصلٰوة اعتباراً بالسجود وقوله وان المساجد لِلّٰه قیل عنی به الارض اذا قد جعلت الارض کلها مسجداً و طهوراً کما روی فی الخبر''[14]

(مسجد، سجود کے اعتبار سے جائے نماز ہے، اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے کہ مساجد تو خدا ہی کی عبادت کے لیے ہیں۔ بعض نے کہا کہ مساجد سے روئے زمین مراد ہے کیونکہ حدیث کے مطابق آنحضور ﷺ کے لیے تمام زمین کو طہور اور مسجد بنایا گیا ہے۔)

مسجد مسلمانوں کے لیے اجتماع اور عبادت کا مرکز ہے کیونکہ اس سے دینِ اسلام کی تعلیم، تبلیغ اور قوت و شوکت کا اظہار بھی مقصود ہے۔ قرآنِ کریم میں مسجد کی اِصطلاح کو مسجدِ حرام، مسجدِ اقصیٰ اور مسلمانوں کی مطلق عبادت گاہ کے مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے۔

رسولِ کریم ﷺ کے ہاں مسجد کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ مسجد کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر آپ ﷺ نے مسجد کی تعمیر، مسجد میں بیٹھنے اور مسجد میں آنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے جس سے اسلامی معاشرے میں مسجد کی اہمیت اور

---

[12] Ibn Manzur, Abul Fazal Jamaluddin, *Lisanul Arab*, vol. 3 (Bairout: Daar e Saad, n.d.), 320.

[13] Ahmed Ibne Hanbal, *Al-Musnad* (Lahore: Darussalam, 1999), Hadith No 2742.

[14] Husain bin Muhammad Raghib Asfhani, *Al-Mufradat Ul Quran (Urud Transalted)* (Lahore Iqbal Town, 1988), 62.

کردار کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ بَنَى مَسْجِدًا (يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللَّهِ) بَنَى اللَّهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الجَنَّةِ[15]

(جو شخص اللہ کے لیے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔)

بین المسالک مکالمہ میں مسجد کا کردار بنیادی نوعیت کا حامل ہے۔ اِسلام کے معاشرتی اِداروں میں سے مسجد سب سے اہم اِدارہ ہے کیونکہ یہ ایسا مرکز ہے جہاں مسلمان ہر روز کم از کم پانچ مرتبہ اکٹھے ہوتے ہیں۔ اِختلاف وانتشار کے اس ماحول میں بھی مسجد کو مشترکہ مرکز سمجھ کر مسائل کا حل نکالا جا سکتا ہے۔ عبادات کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو مساجد کے پلیٹ فارم پر اخوت و محبت اور عفو و درگزر کی تعلیم دی جائے تو فرقہ پروری کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

مسلمانوں کے روزانہ پانچ مرتبہ نماز کے لیے اور ہفتہ میں ایک دفعہ جمعہ کے لیے مسجد میں اِجتماع سے ان میں تنظیم، مساوات، ہمدردی اور شناسائی پیدا کر کے بین المسالک مکالمہ کی راہ ہموار کی جائے۔ مختلف مسالک کے علماء اور طلباء دوسرے مسالک کی مساجد کو مشترکہ اسلامی مرکز سمجھ کر آئیں جائیں، دوسرے مسلک کے امام کے پیچھے نماز ادا کریں، طلباء سے تبادلۂ خیال کریں تو معاشرتی فضا میں خوشگوار تبدیلی آئے گی۔

آئمہ مساجد کا کردار:

بین المسالک مکالمہ کی کامیابی کے لیے آئمہ مساجد کا کردار کلیدی اہمیت کا حامل ہے۔ آئمہ مساجد کو چاہیے کہ وہ رواداری، برداشت اور عفو و درگزر جیسے موضوعات پر لیکچر دیا کریں۔ اِختلافی مسائل پر گفتگو کرنا اور دوسرے مسلک کے خلاف طعن و تشنیع کا سلسلہ بند کر دیں۔ مساجد کے آئمہ و خطباء مسلکی رواداری کو پروان چڑھانے میں نہایت موثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ مسجد، اسلامی معاشرے کا ایسا یونٹ ہے جس سے ہر مسلمان کا تعلق اور رابطہ ہے۔ مساجد کے پلیٹ فارم کو بین المسالک مکالمہ کے لیے خلوصِ دل سے اِستعمال کیا جائے تو یقیناً کامیابی حاصل ہو کر رہے گی۔ مسلکی کشمکش کی بجائے عوام کی توجہ مقاصدِ شریعۃ کی طرف مبذول کرائی جائے اور لوگوں کو حفظ دین کی اہمیت کا درس دیا جائے جیسا کہ امام شاطبیؒ لکھتے ہیں: ان حفظ الدين حاصلة فی ثلاثة معان وهيی الاسلام والايمان والاحسان[16]

[15] Bukhari, *Sahih Ul Bukhari*, n.d., 2:97.

[16] Ibrahim bn Musa Shatibi, *Al-Muwafaqat Fi Usoole al Sharia*, vol. 4 (Cairio Egypt:

(حفاظت دین کے تین معنوی دائرے، اسلام، ایمان اور احسان ہیں۔)

حفاظتِ دین کی تعلیم کے اِس مفہوم کی تائید پر حدیثِ جبرائیل موجود ہے جس میں جبرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں آئے اور اسلام، ایمان، احسان اور قیامت کے متعلق آنحضرت ﷺ سے مکالمہ کیا۔ ان کے جانے کے بعد رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ جبرائیل تھے اور ان کا مقصد یہ تھا:

''اتاکم یعلمکم دینکم''[17]

(وہ تمہارے پاس تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔)

آئمہ مساجد کی ذمہ داری ہے کہ وہ انسانی جان کی حرمت سے عوام الناس کو آگاہ کریں۔ نفرت اور تشدد کی وجہ سے دوسرے مسالک کی مساجد پر بم دھماکوں کی مذمت کریں اور حیاتِ انسانی کی حمایت میں دہشت گردی اور اِنتہاپسندی کے خاتمہ میں اپنا موثر کردار ادا کریں۔

اِسلام کی دعوت عقل کی بنیاد پر ہے۔ شریعتِ اسلامیہ کا مقصد ہے کہ عوام کی عقلوں کو بیدار و متحرک کیا جائے اور انھیں غور و فکر کی دعوت دی جائے۔ اِسی طرح مقاصد شریعت میں نسلِ انسانی کی بقا اور تحفظ مرکزی نقطہ ہے۔ انسان مدنی الطبع ہے۔ آئمہ مساجد کو چاہیے کہ وہ معاشرتی بے راہ روی اور اِنتہاپسندی کے خلاف عوام کو بیدار کریں اور خاندان کا تقدس بحال کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔

معاشرتی شدت پسندی کا اہم سبب چوری، لوٹ مار اور ڈاکہ زنی ہے اور ان ممنوع کاموں کے ارتکاب کے وقت بات قتل و غارت تک پہنچ جاتی ہے۔ کسی کا مال ناحق کھانا بہت بڑا جرم ہے۔ اِسی لیے مال کی حفاظت بھی مقاصدِ شریعت کے ذیل میں گردانی گئی ہے۔ الغرض آئمہ و خطباء اور اُمراء مساجد مقاصدِ شریعت کی روشنی میں عوام کی ذہنی و فکری تطہیر کریں تاکہ معاشرتی رواداری، محبت امن اور سکون کے جذبات پروان چڑھ سکیں۔ اُمت کی اِصلاح کے لیے علماء اور اُمراء کا کردار بنیادی نوعیت کا حامل ہے۔ حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

عن ابنِ عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صنفان من امتی اذا صلحا صلحت الامۃ واذا فسدا فسدت الامۃ السلطان والعلماء وفی روایۃ الاخریٰ الامراء والفقھاء[18]

Mataba ul Madni, 1969), 27.

[17] Muslim bin Hajjaj, *Sahih al Muslim*, 5:36.

[18] Muhammad Bin Isa Tirmizi, *Sunan al Tirmizi* (Riaz: Darussalam, 1999), Hadith 219.

"ابنِ عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت کے دو قسم کے لوگوں کی حالت جب تک درست رہے گی، اس وقت تک اُمت کی حالت بھی درست رہے گی، اور جب ان کی حالت خراب ہو جائے گی تو اُمت میں بھی فساد اور خرابی پیدا ہو جائے گی۔ ان سے مراد حکمران اور علماء ہیں ایک اور روایت میں ہے، اُمراء اور فقہاء ہیں۔"

مکالمہ بین المسالک میں علماء کی آراء و سفارشات بھی نہایت مفید ثابت ہو سکتی ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ آئمہ مساجد خود شرحِ صدر سے ان آراء کو تسلیم کریں اور ان کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنائیں اور عوام کو ان کی اشاعت و تبلیغ کی تعلیم دیں۔

ذرائع ابلاغ کا کردار:

مکالمہ بین المسالک میں ذرائع ابلاغ کے بہتر اِستعمال سے بہترین نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ میڈیا کا کردار یہ ہے کہ اپنی بات احسن اور موثر انداز میں دوسروں تک پہنچائی جائے۔ قرآن و سنت نے ہمیں موثر ابلاغ کی تعلیم سکھائی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے ابلاغ کے متعلق قرآن کہتا ہے:

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًاo فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآئِیْٓ اِلَّا فِرَارًاo وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًاo ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًاo ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًاo فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا [19]

(نوح علیہ السلام نے کہا اے میرے رب میں اپنی قوم کو رات اور دن بلاتا رہا مگر میرے بلانے سے وہ اور زیادہ بھاگنے لگے۔ میں نے جب بھی انھیں بلایا کہ تو انھیں معاف کر دے تو انھوں نے اپنے کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس لیں، اپنے اُوپر کپڑے اوڑھ لیے، ضد کی اور بڑا غرور کیا۔ پھر میں نے انھیں برملا پکارا، انھیں کھلی تبلیغ کی اور انھیں چپکے سے بھی سمجھاتا رہا، میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔)

رسولِ کریم ﷺ نے کوہِ صفا پر (بطور سٹیج اور لاؤڈ سپیکر) اِسلامی دعوت کا اہتمام کیا۔ لوگوں کے جمع ہونے کے مراکز جیسے سوق عکاظ، سوق مجنہ، ذوالمجاز اور موقع حج وغیرہ پر آپ ﷺ تشریف لے جاتے تاکہ زیادہ لوگوں تک دین کا

[19] Al-Quran (71): 5-10.

پیغام پہنچ سکے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے مؤثر خطبہ دیا اس کے لیے مکبرین کا تقرر کیا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک آپ کا پیغام اور آواز پہنچے، یہ سب عہدِ نبوی کے ذرائع ابلاغ ہیں جن کو پھر اس اعلان "**فلیبلغ الشاہد الغائب**"[20] (جو موجود ہے وہ غیر موجود لوگوں تک میرا پیغام پہنچائے) کے ساتھ آپ ﷺ نے دینِ اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لیے استعمال کرنے کی طرف بھی اشارہ کیا۔

کفار کے جھوٹے پروپیگنڈے کے توڑ کے لیے آپ ﷺ نے حسان بن ثابتؓ کے لیے مسجدِ نبوی میں ممبر رکھوایا تھا جہاں سے حضرت حسانؓ کفار کی شاعری کا جواب دیتے تھے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

ان اللّٰہ یُئیّدُ حسان بروح القدس مایفاخر وینافع عن رسول اللّٰہ [21]

(جب (کفار کے پراپیگنڈے کے جواب میں) حسانؓ، رسول اللہ ﷺ کی مدافعت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ رُوح القدس کے ذریعے اس کی مدد فرماتے ہیں۔)

رسولِ کریم ﷺ نے اچھی خاصی تعداد میں مبلغین تیار فرمائے اور ان کو بیرونی علاقوں میں بھیجا تاکہ عوام الناس تک قرآن وسنت کے پیغام کو پہنچائیں۔ دُور دراز کے حکمرانوں کو خطوط لکھے اور ضرورت محسوس کی تو ان کو ثقہ بنانے کے لیے مہر بنوائی۔ سفیر ان لوگوں کو بنا کر بھیجا جو عمدہ شخصیت رکھتے تھے جیسے حضرت دحیہ کلبیؓ کو۔۔۔ رسولِ کریم ﷺ نے ایک صحابی کو عبرانی سیکھنے کا حکم دیا تاکہ دُشمنوں سے مؤثر مکالمہ کیا جاسکے۔

نزولِ قرآن کے موقع پر قرآنِ کریم کی حفاظت وکتابت کا اہتمام کرنا، کاتبینِ وحی کا تقرر کرنا اور اِس وقت کے معاشرے میں دستیاب اشیائے کتابت جیسے چمڑہ، کھجور کی چھال، پتھر اور اُونٹ کے شانے کی ہڈیوں کو اِستعمال میں لانا مطبوعہ ومنقولہ ابلاغ کی طرف ایک اِشارہ تھا۔ الغرض آپ ﷺ نے اپنے وقت کے سارے ذرائع ابلاغ کو اِستعمال کرتے ہوئے بہترین نتائج حاصل کیے اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے صحابہؓ نے بھی اس روایت کو جاری رکھا۔

---

[20] Muhammad Bin Ismail Bukhari, *Sahih Ul Bukhari*, 1422 Hijri, vol. 2 (Dar Touq al Najat, n.d.), 176.

[21] Muhammad Bin Isa Tirmizi, *Sunan al Tirmizi* (Bairout: Dar ul Garab ul Islami, 1998), 435.

میڈیا کی اقسام اور مکالمہ میں اِس کا کردار

عصرِ حاضر میں ذرائع ابلاغ کو درج ذیل حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا، سوشل میڈیا

۱۔ پرنٹ میڈیا (Print Media)

وہ ذرائع ابلاغ جو قلم و قرطاس اور پریس سے مربوط ہیں جیسے کتب، رسائل و جرائد، مجلات، اخبارات، پوسٹرز، بینرز، پمفلٹس اور وال چاکنگ وغیرہ

۲۔ الیکٹرانک میڈیا (Electronic Media)

وہ تمام ذرائع جن میں بجلی اِستعمال ہوتی ہے۔ ان میں کمپیوٹر، ریڈیو، ٹیلی ویژن، اِنٹرنیٹ، ٹیپ ریکارڈر، فلم، وی۔ سی۔ آر، کیبل، سلائیڈز، ہیڈ پروجیکٹر، آڈیو ویڈیو کیسٹ، سینما، وائرلیس سیٹ اور ٹیلی فون و موبائل۔

سوشل میڈیا (Social Media)

گو کہ اِس کا شمار بھی الیکٹرانک میڈیا میں ہوتا ہے لیکن اس کی اہمیت کے پیشِ نظر عصرِ حاضر میں اس کا تذکرہ الگ سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس میں ای میل، فیس بک، ٹویٹر، لنکڈان، یوٹیوب اور سکائپ وغیرہ شامل ہیں۔

آج کا دور میڈیا کا دور ہے۔ ذرائع ابلاغ کا مفید اور مؤثر اِستعمال مکالمہ کی کامیابی میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

عصرِ حاضر میں میڈیا کا منفی کردار بہت نمایاں ہو کر سامنے آرہا ہے۔ مسلکی کشمکش، مناظرے اور عقلی و فکری اِنتہا پسندی سمیت مختلف قسم کے پروگرامز میڈیا کے ذریعے نشر کیے جارہے ہیں جس سے فرقہ واریت اور معاشرتی اِنتشار پھیل رہا ہے، بعض ٹیلی ویژن چینلز کے پروگرامز اور اخبارات و رسائل میں چھپنے والے مضامین سے تفرقہ پروری اور شدت پسندی کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ میڈیا کے منفی کردار سے معاشرتی برائیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اِسلام نے ایسا کرنے والوں کو شدید وعید سنائی ہے:

وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ○ (۲۳)

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 1 || January -June 2019 || P. 32-37
https://doi.org/10.29370/siarj/issue8ar3

(اور ایسی بات کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں علم نہیں بے شک دل، آنکھ، زبان کے متعلق سوال کیا جائے گا۔)

سنی سنائی باتیں بغیر تحقیق کے پھیلانا منع ہے۔اِس سے معاشرے میں اِنتشار پیدا ہوتا ہے۔افواہیں معاشرے میں سنسنی خیزی کا ماحول پیدا کر دیتی ہیں۔اِس لیے ایسی خبروں کی اشاعت سے منع کیا گیا ہے۔کامیاب مکالمہ کے لیے میڈیا کے کردار کو مثبت بنانا ضروری ہے۔ذرائع ابلاغ میں حق وصداقت کا اظہار بنیادی شرط ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات جو حق وصداقت کا منبع ہے۔اس نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اِسی طرح پیغام کے ساتھ دنیا میں بھیجا ہے اور انسان کو بھی حق وصداقت کے اظہار کا حکم ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَ اِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا [22]

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو اِنصاف پر قائم رہو اور اللہ کے لیے سچی گواہی دو خواہ اِس میں تمہارا، تمہارے ماں باپ اور رِشتہ داروں کا نقصان ہی ہو۔فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔مبادا اپنی خواہشِ نفس کی پیروی میں عدل نہ کرو۔اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اِس کی خبر ہے۔)

میڈیا کے ذریعے حق وصداقت کی تعلیم کو عام کیا جائے۔ابلاغ اصلاً ایک پیغمبرانہ مشن اور صحافت ایک پاکیزہ اور مقدس پیشہ ہے اور معاشرہ پر اِس کے نہایت اہم اثرات مرتب ہوتے ہیں۔اِس لیے حق وصداقت کی ان تعلیمات کو میڈیا کے ذریعے نشر کیا جائے جن کے متعلق رسولِ کریم ﷺ نے اپنے ایک ارشاد میں اِشارہ کیا ہے:

قال ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: امرنی ربی بتسع: خشیۃ اللّٰہ فی السر والعلانیہ، وکلمۃ العدل فی الغضب والرضی، والقصد فی الفقر والغنی، وان اصل من قطعنی، واعطی من حرمنی، واعفو عمن ظلمنی، وان یکون صَمْتِی فِکرا، ونُطقی ذِکرا،

[22] *Al-Quran (4): 135*

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 1 || January -June 2019 || P. 32-37
https://doi.org/10.29370/siarj/issue8ar3

ونظری عبرۃ، وآمر باالعرف و قیل: بالمعروف[23]

(حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے، اللہ کا خوف خفیہ یا اعلانیہ طور پر کروں، غضب اور رضا دونوں حالتوں میں اِنصاف کی بات کہوں، تنگ دستی اور خوشحالی دونوں حالتوں میں اعتدال سے خرچ کروں، جو مجھ سے کٹے میں اس سے جڑوں، جو مجھے حق سے محروم کرے میں اِسے اس کا حق دوں، جو میرے ساتھ ظلم کرے میں اس کو معاف کروں، میری خاموشی فکر پر مبنی ہو، میرا بولنا ذِکر پر مبنی ہو، اور میری نظر عبرت حاصل کرے اور میں نیکی کا حکم کیا کروں۔)

اسلامی ریاست (سیاسی حکومت):

انسانی معاشرت کے تمام بنیادی اِداروں میں ریاست کو کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ انسان نے اپنی تہذیبی زندگی کے آغازِ سفر ہی میں اِس اِدارے کی ضرورت اور اہمیت کو محسوس کر لیا تھا اور پوری اِنسانی تاریخ ریاست کے قیام واِستحکام، اِس کی تنظیم وتہذیب اور اس کے فروغ واِرتقاء کی دلیل ہے۔ چونکہ معاشرتی نظم ونسق کی تمام تر ذمہ داری ریاست پر عائد ہوتی ہے اِسی لیے اِسلام نے ریاست کی اہمیت کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کیا۔ انبیاء کرام علیہم السلام معاشرے کی اجتماعی قوت کو اِسلام کے تابع کرنے کی جدوجہد کرتے رہے۔ ان کی دعوت کا مرکزی نقطہ ہی یہ تھا کہ معاشرے سے غلو، تشدد، بدعات، استحصال اور نفسانیت و شیطانیت کا خاتمہ کر کے اِقتدار صرف اور صرف اللہ کے لیے خالص ہو جائے جو تمام کائنات کا پروردگار ہے۔

مکالمہ بین المسالک میں ریاست کے اِدارے کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے۔ خالقِ کائنات نے رسولِ کریم ﷺ کو یہ دُعا سکھائی ہے:

وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا[24]

"اور کہہ دیجیے اے میرے رب میرا مدخل بھی اچھا ہو اور مخرج بھی اچھا ہو اور اپنی طرف سے ایک اِقتدار کو میرا مددگار بنادے۔"

[23] Ibne Hanbal, *Al-Musnad*, v. Hadith 9317.
[24] *Al-Qurān:(17)80*, n.d.

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 1 || January -June 2019 || P. 32-37
https://doi.org/10.29370/siarj/issue8ar3

سلطان کے معنی حجت اور برہان بھی آتے ہیں اور حکمران بھی آتے ہیں۔ یہ لفظ مذکر و مؤنث دونوں طرح اِستعمال ہوتا ہے اور اس کے معنی حکمران کا اِقتدار اور اِس کی قوت و غلبہ بھی ہیں۔

حافظ ابنِ کثیر اِس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان اللّٰہ لینزع باللسطان ما لا یزع بالقرآن[25]

(اللہ تعالیٰ حکومت کے ذریعے ان چیزوں کا سدِ باب کر دیتا ہے جن کا سدِ باب قرآن سے نہیں کرتا۔)

شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں:

ھی الریاسۃ العامۃ فی التصدی لا قامۃ الدین باحیاء العلوم دینیۃ واقامۃ ارکان الاسلام والقیام بالجھاد[26]

(یہ (حکومت) دین کی اقامت، ریاستِ عامہ کا قیام، دِینی امور کے احیاء، ارکانِ اسلام کے قیام کے لیے اور جہاد کے قائم کرنے کے لیے ہوتی ہے۔)

حکومت و اِقتدار کا مقصد دینِ اسلام کو عملاً نافذ کر کے مصالح عامہ کو رواج دینا ہے۔ تاکہ معاشرے میں مساوات، اخوت، محبت، عدل و انصاف رائج ہو۔

علامہ محمود خالدی لکھتے ہیں:

عرفھا کثیر من علماء الشریعۃ الاسلامیہ بتعریفات ترجع الی معنی واحد وھوریاسۃ الحکومۃ الاسلامیۃ المصالح الدنیا والدین[27]

(شریعتِ اسلامی کے اکثر علماء نے (خلافت کے) بہت سے معانی ذِکر کیسے ہیں لیکن مطلب ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ تمام دینی اور دُنیوی مصالح کے لیے اِسلامی حکومت قائم کرنا۔)

اسلام نے ریاست اور حکومت کو معاشرتی امور سے متعلق اہداف اور مقاصد الشریعۃ کے حصول اور تحفظ کا ذریعہ بنایا

[25] Ibn Kathir, *Tafsir Ibn Kathir*, vol. 3 (Bairout: Darul Marafah, n.d.), 63.
[26] Shah Waliullah Dahalvi, *Izalatul al Khifa an Khilafat Ul Khulafa*, vol. 1 (Karachi: Qadimi Kutab Khana, n.d.), 33.
[27] Mahmood Khalidi, *Maalim al Khilafah Fi al Fikar Ul Siasai Wal Islami*, vol. 25 (Misr,: Matbatul Maarif, n.d.), 62.

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 1 || January -June 2019 || P. 32-37
https://doi.org/10.29370/siarj/issue8ar3

ہے۔ بین المسالک مکالمہ میں حکومتی سطح پر درج ذیل اقدامات مکالمہ کے لیے اہم ہیں:

۱۔ ایسی احادیث اور آیات جو اخوت و محبت، اتحادِ اُمت، انسانی عزت و احترام، رواداری سے متعلق ہیں کو مختلف کرنسی نوٹوں پر تحریر کیا جائے، ہر چوک میں بورڈز لگائے جائیں، ٹیلی ویژن اور ریڈیو سے ایسی آیات واحادیث کو نشر کیا جائے، جیسے:

☆ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔

☆ اللہ کی رسّی کو تم سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔

☆ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔

☆ مسلمان کو گالی دینا فسق اور مسلمان سے جنگ کرنا کفر ہے۔

☆ جس نے مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اُٹھایا وہ ہم میں سے نہیں۔

۲۔ کلمہ گو مسلمان کو کافر کہنا اور کافر لکھنا قابلِ سزا جرم قرار دینے کے لیے قانون سازی کی جائے۔

۳۔ ملک میں موجود ہر قسم کے متنازعہ لٹریچر کو ضبط کر لیا جائے اور آئندہ سے ایسے لٹریچر پر پابندی لگا دی جائے۔

۴۔ ذرائع ابلاغ کی تطہیر کی جائے۔[28]

معاشرتی مسائل کا حل مکالمہ ہی ہیں لیکن اِس مکالمہ کے لیے اخلاص اور درست لائحۂ عمل کی ضرورت ہے۔ اتحاد بین المسلمین اور مکالمہ بین المسالک کے لیے دی جانے والی درج ذیل سفارشات اگر اخلاص اور صحیح طریق سے حکومت نافذ کر دے تو صحیح نتائج سامنے آ سکتے ہیں۔ کل پاکستان اسلامی متحدہ کونسل کے زیرِ اہتمام منعقدہ سندھ کنونشن برائے اِتحاد بین المسلمین مؤرخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۸۴ء میں درج ذیل قراردادیں پیش کی گئیں اور حکومت کی جانب سے خصوصی توجہ کا مطالبہ کیا گیا۔

۱۔ خلفائے راشدین، صحابہ کرام، اہلِ بیتِ اطہار، اُمہات المومنین اور مقتدایانِ اُمت کی شان میں گستاخانہ الفاظ و اِشتہارات اِستعمال کرنے والوں سے سختی سے نپٹا جائے۔

۲۔ ہر ایسی کتاب کی اشاعت اور اِشتہارات، پمفلٹ و لیبل وغیرہ کی طباعت سے مکمل گریز کیا جائے، جس سے مسلمانوں کے کسی بھی مسلک کی دل آزاری ہوتی ہے۔

[28] Muhmamd Hamayoon, "Mukalmah Bain ul MasalikUlma ke Araa Ka Jaiza Zia e Tahqeeq Biannual Journal," *Zia e Tahqeeq Biannual Journal* 5, no. 10 (December 2015): 134.

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 1 || January -June 2019 || P. 32-37
https://doi.org/10.29370/siarj/issue8ar3

۳۔ جلسوں، محافل اور مجالس و تقریبات میں ایسی کتاب کے حوالے سے گریز کیا جائے جس سے مسلمانوں کے کسی بھی مسلّمہ مسلک کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔

۴۔ مذہبی مقامات کا تقدس اور احترام ہر مسلمان پر لازم تصور کیا جائے۔

۵۔ ایسے اجتماعات اور مظاہروں سے اِجتناب کیا جائے جن سے کسی بھی مسلمہ مسلک کی دل آزاری ہوتی ہو۔

۶۔ ان تجاویز کی روشنی میں حکومت ایسے قوانین نافذ کرے جن کی رُو سے مسلمانوں میں اِنتشار پھیلانے والوں کو سخت سزا دی جائے۔

۷۔ امنِ عامہ کی ذمہ داری مشینری سے کالی بھیڑوں کو چھانٹنے کی ضرورت ہے۔[29]

مکالمہ بین المسالک کے سلسلے میں متحدہ علماء بورڈ نے اپنے دوسرے اجلاس منعقدہ ۱۰ ستمبر ۱۹۹۷ء میں بنیادی رہنما اصول طے کیے۔ اس مسودہ سفارشات پر صاحبزادہ حاجی فضل کریم، علامہ احمد علی قصوری، مولانا یوسف انور، مولانا علی شیر حیدری، مولانا محمد احمد لدھیانوی، سیّد افتخار حسین نقوی، حافظ کاظم رضا نقوی اور دیگر علماء کے دستخط موجود ہیں۔ مسودہ کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ ''توحید'' ملتِ اسلامیہ کے عقائد کا مرکزی نقطہ اور فکر و عمل کی اوّلین اساس ہے۔ یہ نقطہ تمام اسلامی عقائد و اعمال اور جملہ اسلامی تعلیمات کے لیے اصل الاصول کا درجہ رکھتا ہے۔ یہی عقیدہ عالم کفر و طاغوت کے مقابلے میں ہماری ایمانی قوت کا سرچشمہ ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی طور پر بھی شرک کا اِرتکاب ظلمِ عظیم ہے۔

۲۔ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان اور آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کی محبت و اطاعت کی نسبت، ہمارے دینی تشخص، اِجتماعی بقا اور ملی اِستحکام کی بنیاد ہے۔ آپ ﷺ کی ختمِ نبوت پر غیر متزلزل یقین ہمارے ایمان کا ناگزیر جزو ہے۔ تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ ہمارا ایمانی فریضہ ہے۔ حضور ﷺ کی بالواسطہ یا بلاواسطہ صراحتاً یا کنایتہ ادنیٰ گستاخی کا مرتکب بھی کافر، مرتد اور واجب القتل ہے۔

۳۔ ملتِ اسلامیہ کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے کہ قرآنِ کریم قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے آخری اور مکمل ضابطۂ حیات، سرچشمۂ ہدایت اور واجب الاطاعت ہے۔ اس پر کامل یقین ایمان کا بنیادی تقاضا ہے۔ یہ رسولِ کریم ﷺ کا جاوِدانی معجزہ ہے۔ اِس کتابِ الٰہی پر دین و ملت کی اساس قائم ہے۔ یہ سورۃ فاتحہ سے والناس تک

[29] Abdul Sattar Niazi, *Ittihad Bain Ul Muslimin Waqt Ki Ahm Zarooart*, n.d., 18–19.

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 1 || January -June 2019 || P. 32-37
https://doi.org/10.29370/siarj/issue8ar3

ہر قسم کی کمی بیشی اور تحریف سے ہمیشہ محفوظ رہا ہے اور رہے گا کیونکہ باری تعالیٰ نے ''انانحن نزلنا الذکر وانّا له لحفظون'' فرما کر خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا شخص اِسلام سے خارج ہے۔

۴۔ حب اہل بیت کرام و آئمہ اطہارؓ اساس ایمان اور حضور ﷺ کی محبت کا جزِلاینفک ہے۔ان ذواتِ مقدسہ کا ادب واحترام واجب ہے۔اہلِ بیت نبوی ﷺ سے بغض و عناد رکھنے والا ایمان سے محروم اور خارج از اسلام ہے۔ہر ایسا قول و فعل جس سے ان کی بالواسطہ تنقیص واہانت کا پہلو نکلتا ہے، صریحاً ضلالت و گمراہی ہے۔

۵۔ جملہ محدثین، آئمہ مجتہدین، اولیائے کرام، صلحائے عظام اور بزرگانِ دین جن کی مساعیٔ جمیلہ اور توسط سے ہم تک ایمان اور اِسلام پہنچا ہے، ان کا ادب واحترام واجب ہے۔[30]

حاصل بحث:

بین المسالک مکالمہ کے لیے نرمی اور ملائمت کو اختیار کرنا چاہیے تاکہ اتحاد و یگانگت کو فروغ ہو۔علماء پر لازم ہے کہ وہ زبان سے برائی کی مذمت کریں اور اپنے عمل و کردار کے ذریعے محبت کے پیغام کی اشاعت کریں۔عوام کو چاہیے کہ وہ انتشار اور افتراق، نفرت، تشدد اور غلو کو برا جانیں اور ان برائیوں کے خاتمہ کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔بین المسالک مکالمہ کے لیے معاشرتی، سیاسی اور مذہبی سطح پر مناسب اقدامات کر کے بہترین نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔اسلامی حکومتوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ضروری وسائل وذرائع کا انتظام کر کے مکالمہ کو کامیاب بنانے میں اپنا کردار ادا کریں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

[30] Niazi, 18–19.